# علامہ اقبال کی احیائے اجتہاد کی کوششیں

گل واحد *

*nadeemgulwahid@gmail.com*

**کلیدی کلمات:** اجتہاد، اسلامی قانون، اسلام کی نشاۃ ثانیہ، حرکت وارتقاء

## خلاصہ

فقہ اسلامی میں کسی قانونی مسئلے کی آزادانہ رائے قائم کرکے اس مسئلے کا حل تلاش کرنا اجتہاد ہے۔ اجتہاد کو اسلام کے قانونی نظام میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ لہٰذا علما نے اس کی کچھ شرائط بھی ذکر کی ہیں۔ البتہ اجتہاد کے معنی کسی قانونی مسئلے پر اظہار رائے کے ہیں نہ کہ اسلامی قانون کو بدل دینے کے ہیں۔ اس رائے کے قیام کی اجازت صرف مجتہدینِ دین کو ہے۔ عظیم مفکر ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ اُنہوں نے نہ صرف ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری ملت اسلامیہ کے سامنے جدید مسائل کے حل میں رہنمائی اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی تشکیل جدید کے لئے اجتہاد کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ عالم اسلام گذشتہ پانچ صدیوں سے اصول حرکت وارتقاء کو نظرانداز کرنے کی وجہ سے جمود کا شکار ہیں۔ اسے اجتہادی فکر کی بحالی کی اشد ضرورت ہے تاکہ زندگی میں تازگی برقرار رہے اور فکر و نظر ہر دم تازہ اور متحرک رہے۔ اس مقالے میں اسی موضوع کے متعلق مختلف دانشوروں کی آراء کی روشنی میں علامہ اقبال کے نظریہ اجتہاد کا جائزہ لیا گیا ہے۔

## مقدمہ

اجتہاد کے لغوی معنی جدوجہد اور کوشش کرنے کے ہیں۔ فقہ اسلامی کی رو سے کسی قانونی مسئلے کی آزادانہ رائے قائم کرکے اس مسئلے کا حل تلاش کرنا اجتہاد ہے۔ حدیثِ معاذ بن جبل اِجتہد رأی ولاآلو جھداً (1) اس کی ایک مثال ہے۔ یعنی پیش آمدہ معاملات میں جب قرآن وسنت سے کوئی واضح رہنمائی نہ ملتی ہو تو اجتہاد کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ ہر فرد خود سے کسی مسئلے کی تلاش میں مجتہد بن جائے، بلکہ وہ شخص جو مجتہد کی صفات رکھتا ہو وہی اجتہاد کرسکتا ہے جس کے باعث اجتہاد کو اسلام کے قانونی نظام میں بہت اہمیت حاصل ہے جو قرآن وسنت کے بعد تیسرا بنیادی ماخذ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں:

> ''علما کے کلام سے اجتہاد کی جو حقیقت سمجھی گئی وہ یہ ہے کہ شریعت کے فروعی احکام کو ان کے تفصیلی دلائل سے سمجھنے کیلئے مقدور بھر کوشش کرنا اجتہاد ہے۔'' (2)

یعنی کسی مسئلہ پر علماء کا دلائل شریعہ کی روشنی میں حل تلاش کرنے کیلئے ''حکم'' کا تعین کرنا اجتہاد ہے اور عمل کرنے والا مجتہد ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

*۔ ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی

"اجتہاد کے لغوی معنی تو انتہائی کوشش کرنے کے ہیں لیکن شرعی اصطلاح میں اس انتہائی کوشش کو کہتے ہیں جو کتاب و سنت کے اشارات و مضمرات سے کوئی حکم معلوم کرنے کیلئے کی جاتی ہے۔" (3)

یعنی مجتہد مسئلے کے حل کیلئے انتہائی کوشش اور لگن سے حکم کی تلاش کرے گا۔ مگر ایسا بھی نہیں ہوگا کہ وہ قرآن و سنت سے بالکل بے نیاز ہو کر اپنی مرضی سے جو حکم تلاش کرے وہ حکم اجتہاد بن جائے گا بلکہ وہ قرآن وسنت نبوی کی روشنی میں حکم تلاش کرے گا اور جو حکم قائم کرے وہ اس وقت تک "رائے" کی حیثیت سے قائم ہوگا جب تک اس رائے پر اجماع نہ قائم ہو۔ مولانا امین احسن اصلاحی اجتہاد کیلئے کتب فقہ کی رو سے تین شرائط کا ذکر کرتے ہیں:

1) ایک یہ کہ اجتہاد کا اہل وہ شخص ہے جس کو کتاب وسنت پر پورا پورا عبور حاصل ہو۔
2) دوسری یہ کہ وہ پیش آمدہ حالات و مسائل کی تہ تک پہنچنے والا ہو اور ان کے مالہ وماعلیہ کو اچھی طرح سمجھنے والا ہو۔
3) تیسری یہ کہ وہ اپنے اخلاق و سیرت کے لحاظ سے ایک قابل اعتماد آدمی ہو تاکہ لوگ اپنے دین کے معاملہ میں اس پر اعتماد کر سکیں۔(4)

مولانا مزید تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اجتہادی مسائل میں سے صرف وہی مسئلہ رائے کے درجے سے بالاتر ہو جاتا ہے جس پر مجتہدین امت کا اجماع ہو جائے۔ اجماع اجتہاد کی سب سے اعلیٰ قسم ہے۔ کسی اجتہاد پر اجماع ہو جانے کے بعد اس کی حیثیت صرف ایک رائے کی نہیں رہ جاتی بلکہ وہ شریعت کے نصوص کی طرح ایک حجت شرعی بن جاتا ہے جس کی مخالفت کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں۔" (5)

درجہ بالا اقتباسات کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ معاشرے کو پیش آمدہ کسی مسئلہ کے حل اور وضاحت کیلئے سب سے پہلے اللہ کی کتاب قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اگر قرآن مجید میں واضح بات نہ ملے تو پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کے طور طریقے سے ہدایت کی طرف رجوع کرنا ہے اگر رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بھی مسئلے کا واضح حل موجود نہ ہو تو پھر اجتہاد کی ضرورت پیش آتی ہے۔ قرآن وسنت کے اشارات، خلفائے راشدین کے تعامل، صحابہ کرام کی سیرت اور قانون اسلام کے مزاج کو سامنے رکھ کر مسئلے کے حل کا تعین "اجتہاد" ہوگا۔ اجتہاد کے معنی کسی قانونی مسئلے پر اظہار رائے کے ہیں نہ کہ اسلامی قانون کو بدل دینے کے ہیں۔ اس رائے کے قیام کی اجازت صرف مجتہدین دین کو ہے نہ کہ ہر شخص مجرد اپنی عقل کی رہنمائی پا کر اظہار رائے کا حق رکھتا ہے۔

اجتہاد اسلامی نظام قانون میں وہ ادارہ ہے جو اسلامی نظام قانون کو از سر نو تدوین کے ذریعہ Up Date رکھتا ہے۔ کیونکہ امت مسلمہ کو ہر دور کے نئے مسائل اور حالات سے نبرد آزما ہونے کیلئے اس کی شدید ضرورت رہی ہے۔ یہی وہ طریقہ کار ہے جو مشکل سے مشکل الجھن کو آسان بنا کر اسلامی نظام قانون کو زمانے کے تقاضوں کے مطابق رواں دواں رکھتا ہے۔ اجتہاد کا جائزہ لیتے ہوئے پروفیسر محمد عثمان اجتہاد کو تین اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔ اول اجتہاد مطلق، دوم اجتہاد مقید اور سوم اجتہاد فیہ۔

### اجتہاد مطلق

جب کوئی امام، فقیہ یا مجتہد مکمل آزادی کے ساتھ بغیر کسی دوسرے امام وفقیہ کے اپنی پوری بصیرت کی رہنمائی حاصل کرتا ہے تو اس اجتہاد کو اجتہاد مطلق کہتے ہیں اور اسے امام و فقیہ کو مجتہد مطلق کہتے ہیں۔ مثلاً امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل۔

**اجتہاد مقید:**

اس اجتہاد میں کوئی عالم دین کسی امام و فقیہ کا مقلد یا پابند ہوتے ہوئے کوئی کام انجام دیتا ہے، اسے مجتہد مقید کہا جاتا ہے۔

**اجتہاد فیہ:**

جب کسی امام و فقیہ نے کسی مسئلے کو کھلا چھوڑا ہو اور اس کے بارے میں حتمی رائے نہ دی ہو تو اس امام و فقیہ کا کوئی ماننے والا اپنے فہم و فراست کے بارے میں اس مسئلے کا حل پیش کرے۔ (6)

نئے حالات نئے مسائل کو جنم دیتے ہیں اور نئے مسائل ہمیشہ اپنی ضرورت محسوس کراتے ہیں اس لئے انفرادی اور قومی زندگی بلکہ بین الاقوامی زندگی کے پس منظر میں مسلمانوں کو ہر صدی میں اس کا جائزہ لینے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔

دور جدید کے اسلامی اسکالرز میں ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔علامہ اقبال نے نہ صرف ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے بلکہ پوری ملت اسلامیہ کے سامنے نت نئے مسائل کے حل میں رہنمائی اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی تشکیل جدید کیلئے اجتہاد کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ جس کیلئے ۱۹۲۸ء میں ان کے خطبات مدراس میں خصوصی طور پر چھٹا خطبہ ''اسلام کی ساخت میں حرکت کا اصول'' یا ''الاجتہاد فی الاسلام'' ان کی فکر کو واضح کرتا ہے۔ بقول پروفیسر محمد عثمان کے، اقبال کے ہاں پانچ بڑے اجتہاد روشن و تابندہ دکھائی دیتے ہیں۔

۱۔اسلامی تصور قوم کی نئے معیاروں پر توضیح و توجیہ

۲۔ مغربی تہذیب کے بارے میں متوازن و مخصوص موقف

۳۔ کارل مارکس، کمیونزم اور انقلاب روس کیلئے منفرد زاویہ نگاہ

۴۔اسلام کے سماجی و ثقافتی اصولوں کی بازیافت اور کارفرمائی پر زور

۵۔اسلام اور سوشل ڈیموکریسی واشتراکی جمہوریت میں موافقت وہم آہنگی کی دریافت۔ (7)

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے مگر انسانی معاشروں کے احوالِ زندگی افراد کے درمیان تقویٰ کے فقدان، اخلاق فاضلہ کی سرایت، تمدن انسانی کی ترقی و ارتقاء، جدید معاملات سے سابقہ پیش آنا ان تمام تر مسائل کیلئے نئے طریقہ کار کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے شرعی احکامات میں معاشرے کے جدید تقاضوں کے مطابق اجتہاد کی ضرورت مسلمہ حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے۔

علامہ اقبال کا خیال ہے کہ عالم اسلام گذشتہ پانچ صدیوں سے اصول حرکت و ارتقاء کو نظرانداز کرنے کی وجہ سے جمود کا شکار ہیں۔اسے اجتہادی فکر کی بحالی کی اشد ضرورت ہے تاکہ زندگی میں تازگی برقرار رہے اور فکر و نظر ہر دم تازہ اور متحرک رہے۔

عروج آدم خاکی ز تازہ کاری ہاست　　　　مہ و ستارہ کنند آنچہ پیش ازیں کردند

اقبال اجتہاد کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے بھی تقلید سے انکار نہیں کرتے بلکہ تقلید کے راستے میں حرکت و ارتقاء کے تمام راستوں کی مسدودیت کے باعث اجتہاد کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ اپنے خطبے ''قومی زندگی'' ۱۹۰۴ء میں لکھتے ہیں:

''قرآن شریف اور احادیث کے وسیع اصول کی بناء پر جو استدلال فقہاء نے وقتاً فوقتاً کئے ہیں ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو خاص خاص زمانوں کیلئے واقعی مناسب اور قابل عمل تھے مگر حال کی ضروریات پر کافی طور پر حاوی نہیں ہیں.........اگر موجودہ حالات زندگی پر غور و فکر کیا جائے تو جس طرح ہمیں اس وقت تائید اصولی مذہب کیلئے ایک جدید علم کلام کی ضرورت ہے اسی طرح قانون اسلامی کی جدید تر تفسیر کیلئے ایک بہت بڑے فقیہ کی ضرورت ہے جس کے قوائے عقلیہ ومتخیلہ کا پیمانہ اس قدر وسیع ہو کہ وہ مسلمات کی بناء پر قانون اسلامی کو نہ صرف ایک جدید پیرائے میں مرتب و منظم کر سکے بلکہ تخیل کے زور سے اصول کو ایسی وسعت دے سکے جو حال کے تمدنی تقاضوں کی تمام ممکن صورتوں پر حاوی ہو۔'' (8)

اسی ضرورت کے پیش نظر اقبال نے برصغیر اور عالم عرب میں شخصیات تلاش کرنے کی جستجو کی۔ گو کہ ان کو ناسازی طبیعت اور پھر موت نے زیادہ وقت نہ دیا۔ مولانا عبدالمجید سالک لکھتے ہیں:

''وہ جوانی کے زمانے میں محسوس کر چکے تھے اگر اسلام کو ایک ضابطہ حیات کی حیثیت سے آج کل کے زمانے میں کامیاب اور آبرومند بنانا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ زمانہ حال کے Jurisprudence یعنی اصول قانون کی روشنی میں شرع اسلامی کے اساسیات دنیا کے سامنے پیش کئے جائیں اور دلیل و برہان، اصول فقہ اسلامی کی برتری آج کل کے زمانے پر ثابت کی جائے۔ مجوزہ کتاب کا نام تھا Reconstruction of Muslim Jurisprudence۔'' (9)

مولانا عبدالمجید سالک ذکر اقبال میں کہتے ہیں:

''انہوں نے بار بار یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ ایک کتاب لکھیں گے جس کا نام Islam as I understand یعنی اسلام میرے نقطے نظر سے جس میں اسلام پر ایک جدید تعلیم یافتہ سائنسدان اور فلسفی کے زوایئے نگاہ سے روشنی ڈالی جائے گی اور ایسی زبان اختیار کی جائے گا جسے زمانہ حال کے علمی حلقے سمجھتے ہیں۔'' (10)

علامہ نے اس کتاب ''اصول فقہ کی تدوین جدید'' کے بارے میں صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کے نام ایک خط میں لکھا:

''میرا عقیدہ ہے کہ جو شخص اس وقت قرآنی نگاہ سے زمانہ حال کے جورس پروڈینس پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکام قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا، اسلام کا مجدد اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہو گا۔'' (11)

ایک اور جگہ کہا:

''موجودہ دور میں اسلام کی سب سے بڑی فقہ کی تدوین جدید ضروری ہے تا کہ زندگی کے ان سینکڑوں ہزاروں مسائل کا صحیح حل پیش کیا جائے جن کو دنیائے موجودہ کے قومی اور بین الاقوامی سیاسی، معاشی اور سماجی ارتقاء نے پیدا کر دیا ہے۔'' (12)

علامہ کی خواہش تھی کہ ایک ایسا علمی مرکز قائم کیا جائے جہاں سے اہل علم اسلام کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کریں اور دنیا کے مسلمہ اصولوں کے مطابق دین الٰہی کی حقانیت ثابت کریں۔ مولانا عبدالمجید سالک لکھتے ہیں:

"مدت دراز سے علامہ کے دماغ میں یہ تجویز گردش کر رہی تھی کہ ایک علمی مرکز قائم کیا جائے جہاں دینی اور دنیاوی علوم کے ماہرین جمع کئے جائیں اور خورد و نوش کی فکر سے بالکل آزاد کر دیئے جائیں تاکہ وہ ایک گوشے میں بیٹھ کر علامہ کے نصب العین کے مطابق اسلام، تاریخ اسلام، تمدن اسلام، ثقافت اسلام، اور شرع اسلام کے متعلق ایسی کتابیں لکھیں جو آج کل کی دنیا کے فکر میں انقلاب پیدا کر دیں۔" (13)

علامہ اقبال نے اس غرض کی تکمیل کیلئے علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا انور کشمیری، ابوالکلام آزاد، مولانا عبیداللہ سندھی، عبداللہ یوسف علی، علامہ محمد اسد جیسے مشاہیر سے بھی رابطہ قائم کیا تھا۔

مذکورہ مقاصد اور منصوبوں کی تکمیل کیلئے علامہ برصغیر کے اہل علم کو پنجاب منتقل ہونے پر آمادہ کرتے رہے۔ ۱۹۱۶ء میں اورینٹل کالج لاہور ہیڈ پرشین ٹیچر کی اسامی خالی ہوئی تو اس کیلئے علامہ سید سلیمان مرحوم کو لکھا:

"مجھے یہ معلوم تھا کہ آپ ملازمت کو قبول نہ کریں گے لیکن سینڈیکٹ کے بعض ممبروں کی تعمیل ارشاد میں آپ کو لکھنا ضروری تھا کہ کسی قدر خود غرضی کا شائبہ بھی میرے خط میں نہ تھا اور وہ یہ کہ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح پنجاب والوں کو صوبہ متحدہ کے علماء و فصحاء سے اس سے بیشتر فائدہ پہنچا ہے اب بھی وہ سلسلہ آپ کے یہاں رہنے سے جاری رہے گا۔" (14)

۱۹۲۹ء میں دارالعلوم دیوبند کے مولانا سید انور شاہ کشمیری (م ۱۹۳۳ء) کو بھی علامہ نے کوشش کی کہ وہ لاہور آ جائیں مگر آپ کی دعوت سے قبل وہ ڈابھیل چلے گئے۔

اگست ۱۹۳۷ء کو شیخ الازہر علامہ مصطفیٰ مراغی کے نام خط میں آپ اپنے مستقبل کے پلان کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"..... لہٰذا میری تمنا ہے کہ آپ از راہ عنایت ایک روشن خیال مصری عالم کو جامعہ الازہر کے خرچ پر ہمارے پاس بھیج کر ممنون فرمائیں تاکہ یہ شخص ہم کو اس کام میں مدد دے چاہیے کہ یہ شخص علوم شرعیہ، تاریخ و تمدن اسلامی میں ماہر ہو نیز زبانِ انگریزی میں بھی قدرت رکھتا ہو۔" (15)

جامعہ الازہر سے کوئی عالم نہ آ سکا اندرون ملک علمائے دین اپنے اپنے علمی مراکز سے کٹ کر آنا نہ چاہتے تھے۔ کسی کو زمانے سے شکوہ تھا، اور کوئی اپنے مرکز سے محبت رکھتا تھا۔ آخر کار علامہ کی نگاہ سید مودودی پر پڑی۔ سید مودودی کے قلم کا شہرہ ہو چکا تھا۔ جمعیت علمائے ہند کے ترجمان روزنامہ الجمعیت دہلی کے مدیر کی حیثیت سے ان کا ایک مقام تھا پھر اسی دور میں ۱۹۲۶ء میں سید مودودی نے اسلام کے تصور جہاد کو "الجہاد فی الاسلام" کی صورت میں پیش کیا۔

علامہ اقبال کو نظریہ جہاد سے دلچسپی تھی اور وہ اہل قلم کو خاص طور پر ہندوستان میں مسئلہ جہاد کی تاریخ لکھنے پر ابھارتے رہے۔ علامہ کو سید مودودی کی تالیف "الجہاد فی السلام" پسند آئی۔ علامہ کہا کرتے تھے:

"اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے معذرت خواہ لہجہ اختیار نہیں کیا۔ بلکہ جنگ اور جہاد کے متعلق اسلام کے جو نظریات ہیں انہیں کسی تاویل و تعبیر کے بغیر بڑے کر وفر سے پیش کیا۔" (16)

چوہدری نیاز علی مرحوم جو سابق اسسٹنٹ انجینئر محکمہ انہار پٹھان کوٹ ضلع گورداسپور جو علامہ اقبال کے ذاتی دوست تھے انہوں نے علامہ کی اس خواہش کو پورا کرنے کیلئے ۷۰ ایکڑ زمین پٹھان کوٹ میں علمی درسگاہ کیلئے وقف کر دی تھی۔ جس کا نام دارالاسلام رکھا گیا تھا۔ سید نذیر نیازی لکھتے ہیں:

''علامہ نے چوہدری نیازی علی مرحوم سے دارالاسلام کے مردکار کے بارے میں کہا کہ حیدرآباد سے ترجمان القرآن کے نام سے بڑا اچھا رسالہ نکل رہا ہے۔ مودودی صاحب اس کے ایڈیٹر ہیں میں نے ان کے مضامین پڑھے ہیں دین کے ساتھ ساتھ وہ مسائل حاضرہ پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ ان کی کتاب الجہاد فی الاسلام مجھے بہت پسند آئی ہے۔ آپ کیوں نہ انہیں دارالاسلام آنے کی دعوت دیں۔ میرا خیال ہے وہ دعوت قبول کریں گے۔'' (17)

سید مودودی حیدرآباد دکن میں رہ کر اپنی تحریک اور مقصد کو آگے بڑھانا چاہتے تھے جس کیلئے انہوں نے زمین بھی حاصل کر لی تھی۔ ابتدا میں علامہ کی پیشکش کو قبول نہ کر سکے مگر بہت جلد حالات و واقعات کا ادراک کرتے ہوئے پنجاب منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ سید مودودی لکھتے ہیں:

''میں پنجاب سے دلچسپی نہ رکھتا تھا، بلکہ یہاں کی صحافت اور سیاست اور مناظرہ بازیوں کا رنگ دیکھ کر دور ہی سے اتنا بدگمان تھا کہ پنجاب آنا پسند بھی نہ کرتا تھا۔ مگر ۱۹۳۶ء کے آواخر میں پہلی مرتبہ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے مجھے توجہ دلائی کہ میں دکن کو چھوڑ کر پنجاب میں قیام کروں۔ پہلی نگاہ میں تو مجھے اس تجویز نے کچھ زیادہ متاثر نہ کیا مگر جب ۱۹۳۷ء کے آواخر میں، میں نے دکن چھوڑنے کا فیصلہ کیا اور کسی دوسرے مستقر کی تلاش میں حیدرآباد سے نکلا تو مرحوم سے مشورہ کرنے کیلئے لاہور حاضر ہوا۔ اور یہاں بالمشافہ گفتگو کرنے کے بعد مجھے اطمینان ہو گیا کہ آئندہ میرے لئے پنجاب ہی میں قیام کرنا زیادہ مناسب ہے۔'' (18)

پروفیسر کرار حسین علامہ کی فکر اجتہاد سے متعلق اپنے خدشات کا اظہار کرتے ہیں:

''اب اجتہاد میں صورت یہ ہے کہ بنیادی اصول و اقدار تو قائم اور ثابت ہیں لیکن زمانہ بدلتا رہے گا۔ اور یہ تاریخ کی حرکت (Dynamic) ہے اس میں زمانہ بدلتا رہے گا۔ پیداواری رشتے اور طریقے بدلیں گے معاشی و معاشرتی روابط تبدیل ہوں گے، حکومت کے طریقے سوسائٹی کی ہیئتیں (Forms) بدلیں گے تو ان بدلتی ہوئی حالتوں پر نہ بدلنے والی اقدار کا اطلاق کس طرح کیا جائے یہ اصل میں اجتہاد کا مسئلہ ہے دراصل اقبال نے اجتہاد کے معنوں کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ ایسا معلوم ہونے لگا جیسے ہر انسان کی فکر اجتہاد ہے اور ہر شخص اجتہاد کر سکتا ہے۔''(19)

پروفیسر کرار حسین کہتے ہیں کہ اجتہاد سے متعلق اقبال کی فکر میں دو بڑے اہم موضوعات نظر آتے ہیں وہ اپنے مقالے میں کہتے ہیں:

''گویا اجتہاد پر ان کا اس قدر زور دینا پھر یہ کہنا کہ خلیفہ فرد کی بجائے جماعت بھی ہو سکتی ہے اس کے ساتھ ہی ترکی کی مثال کو سامنے رکھ کر یہ کہنا کہ سیاست کے تقاضوں کو دین کے تقاضوں سے جدا بھی کیا جا سکتا ہے اس طرح ان کی فکر میں دو بڑے اور اہم موضوعات نظر آتے ہیں ایک تو وہ ہے جو دین اور (علما مغرب بھی دین کے متعلق خصوصی غور و فکر کرتے ہیں) فلسفہ مذہب سے متعلق ہے اور دوسرا وہ جو معاشرے سے متعلق ہے۔'' (20)

ڈاکٹر رشید احمد جالندھری اپنے مقالہ ''اسلامی قانون کے ارتقاء میں اجتہاد کا کردار'' میں مصری عالم ڈاکٹر احمد امین کے حوالے سے مسلم دنیا کے فکری انحطاط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تقریباً پانچ سو سال مسلمانوں نے فکری میدان میں جو کچھ لکھنا ہے اگر اسے غرق دریا کر دیا جائے تو اس سے علم و ادب کو کوئی زیادہ نقصان اٹھانا نہیں پڑے گا۔“ (21)

آگے ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ مسلم مفکرین نے اس دعویٰ کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے وہ لکھتے ہیں کہ شیخ جمال الدین افغانی نے کہا تھا:

”یہ کہنا کہ اجتہاد کا دروازہ بن ہو چکا ہے چہ معنی دارد؟ قرآن و سنت کی کس نص سے دروازہ بند کیا گیا ہے اور کس امام نے یہ کہا ہے کہ میرے بعد مسلمانوں کو دین کی بصیرت و ادراک حاصل کرنا مناسب نہیں ہے یا انہیں قرآن مجید اور احادیث صحیح سے ہدایت حاصل کرنی نہیں چاہیے۔ یا ان کے مفہوم و مراد کی گہرائی میں اترنے اور اسے وسعت دینے کیلئے سعی و نشاط سے کام لینا نہیں چاہیے۔“ (22)

پروفیسر وارث میر اپنے مقالے ”عصر حاضر کے تقاضے اقبال اور اجتہاد میں اقبال کے خطبہ ”اسلامی ثقافت کی روح“ کا حوالہ دیتے ہوئے زمانہ حال کے ”جورس پروڈنس“ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یوں نظر آئے گا جیسے پیغمبر اسلام کی ذات گرامی کی حیثیت دنیائے قدیم اور جدید کے درمیان ایک واسطہ کی ہے بہ اعتبار اپنے سرچشمہ وحی کے آپ کا تعلق دنیائے قدیم سے ہے لیکن بہ اعتبار اس کی روح کے دنیائے جدید سے یہ آپ ہی کا وجود ہے کہ زندگی سے ہر علم و حکمت کے وہ تازہ سرچشمے منکشف ہوئے جو اس کے آئندہ رخ کے عین مطابق تھے۔“ (23)

اقبال امت مسلمہ کے مسائل کے حل میں اجتہادی فکر کو صدیوں قبل کھینچے گئے تن دائرے کو توڑنا چاہتے ہیں مگر ساتھ ساتھ آپ کو احتیاط اور اعتدال کے دائروں میں اسلام کے بنیادی تصورات کو پیش کرنے کی پابندی کا خود اظہار کرتے ہیں چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

”بہر حال ہم اس تحریک کا جو حریت اور آزادی کے نام پر عالم اسلام میں پھیل رہی ہے دل سے خیر مقدم کرتے ہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آزاد خیالی کی یہی تحریک، اسلام کا نازک ترین لمحہ بھی ہے آزاد خیالی کا رجحان بالعموم تفرقہ و انتشار کی طرف ہوتا ہے۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی خطرہ ہے کہ ہمارے مذہبی اور سیاسی رہنماء حریت اور آزادی کے جوش میں بشرطیکہ اس پر کوئی روک عائد نہ کی گئی ہو اصلاح کی جائز حدود سے تجاوز نہ کر جائیں۔“ (24)

اقبال کو اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ جدید علوم کے حصول کے بغیر عظمت رفتہ کا آنا ناممکن ہے کیونکہ دنیا کی اقوام نت نئے ایجادات اور دنیا کی قیادت و سیادت کے زعم میں تیز تر گامزن ہونے کی وجہ سے بے علم اور بے نظم و ضبط اقوام کی دنیا میں کوئی حقیقت تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے اور جدید دور میں جدید مسائل کے حل کی ایک ہی صورت نظر آتی تھی کہ امت مسلمہ اپنی نشاۃ ثانیہ کیلئے اسلاف کے کام میں جدت کے ساتھ ساتھ نت نئے مسائل کا حل زمانے کے سامنے پیش کرے۔ اقبال ۷ ۱۹۳ء میں فضل کریم کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

”ذاتی طور پر میں پسند کروں گا کہ ہمارے نوجوان مسلم اسکالرز ریاضیات، فزکس، کیمسٹری اور جورس پروڈنس کے مطالعہ پر اپنی توجہ مرتکز کریں ان دنوں اسلام کے بہترین مفاد میں ہے کہ علم کی ان ہی شاخوں کا مطالعہ کیا جائے یہی ایک چیز ہے جو مسلمانوں کو جدید علم کی جڑوں سے روشناس کرائے گی اور انہیں اس قابل بنائے گی کہ جدید دور کے مسائل کو سمجھ سکیں۔“ (25)

اقبال اپنی فکر میں جس جدید "جورس پروڈنس" کے احیاء کی تعلیم پر زور دیتے ہیں اور فی زمانہ اس کی ضرورت پر زور دیتے ہیں وہاں امام ابو حنیفہ کی شخصیت اور ان کے کام کے متعلق پوری بصیرت رکھتے ہوئے امام ابو حنیفہ کی فکر سے متاثر نظر آتے ہیں مگر ایسا بھی نہیں کہ علامہ ماضی کے بے جا احترام پر اپنے عہد کے تقاضوں کو قربان کر دیں بلکہ امام ابو حنیفہ کی فکر تلے اپنی جدید سوچ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے ہیں اقبال اپنی فکر کو ان الفاظ کا روپ دیتے ہیں:

"اگر قوم کے زوال کو روکنا ہے تو اس کا یہ طریقہ نہیں کہ ہم اپنی گذشتہ تاریخ کو بے جا احترام کی نظر سے دیکھنے لگیں یا اس کا احیاء خود ساختہ ذرائع سے کریں... ماضی کا غلط احترام اور اس طرح ضرورت سے زیادہ جماعتی نظم اور جمود کا رجحان اسلام کی اندرونی روح کے خلاف ہے۔ جیسے جیسے مسلمانوں میں زندگی کو تقویت پہنچے گی اسلام کی عالم گیر روح فقہاء کی قدامت پسندی کے باوجود اپنا کام کرتی رہے گی۔ بدقسمتی سے اس ملک کے قدامت پسند عوام کو ابھی یہ گوارہ نہیں کہ فقہ اسلامی کی بحث میں کوئی تنقیدی نقطہ نگاہ اختیار کیا جائے وہ بات بات پر خفا ہو جاتے ہیں اور ذرا سی تحریک پر بھی فرقہ وارانہ نزعات کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔" (26)

پھر اقبال ائمہ مذاہب کے استدلال اور تعبیرات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"کیا ائمہ مذاہب کا یہی دعویٰ تھا کہ ان کا استدلال اور ان کی تعبیرات حرف آخر ہیں....... عہد حاضر کے مسلمان کبھی یہ گوارہ نہیں کریں گے کہ اپنی آزادی ذہن کو خود اپنے ہاتھوں قربان کر دیں۔ اگر ہمارے افکار میں وسعت اور وقت نظر موجود ہے اور ہم نئے نئے تجربات سے فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ فقہ اسلامی کی تشکیل نو میں جرأت سے کام لیں لیکن یہ کام محض اس زمانے کے احوال و ظروف سے مطابقت پیدا کرنے کا نہیں ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ اہم یورپ کی جنگ عظیم نے....... بیداری کی لہر دوڑا دی ہے۔" (27)

"پس اقبال کے نزدیک یہ جو شوکت کی تحصیل ہے وہ اسی ذریعے سے ممکن ہے کہ مسلمانوں کے دینی احیاء کے ساتھ ساتھ ان کے تمدن کا احیاء بھی وجود میں لایا جائے اور تمدن سے مراد...... علوم اسلامیہ کا تعلق علوم جدیدہ سے پیدا کرنا ہے تاکہ آپ سائنس اور ٹیکنالوجی کی طرف رجوع کریں اور اسی طریقے سے شوکت حاصل ہو سکتی ہے اور جب شوکت آپ کو حاصل ہو گی تو دنیا میں مسلم معاشرہ وجود میں آ جائے گا۔" (28)

اقبال کی نظر میں اسلام میں عبادات میں کوئی تغیر و تبدیل ممکن نہیں مگر معاملات تغیر کے اصولوں کے پابند ہیں اس لئے معاملات کو وقت کے تقاضوں یا قوم کی بدلتی ہوئی ضروریات کے مطابق تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اقبال اس تبدیلی کا حق اسلامی ریاست میں اسمبلی کو دیتے ہیں جسے وہ اجماع کا نام دیتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر جاوید اقبال کے یہ اسمبلی یا مجلس شوریٰ تین اہم میدانوں میں قانون سازی کے فرائض انجام دے سکتی ہے۔

۱۔ رائج الوقت قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنا۔

۲۔ ایسے اسلامی قوانین نافذ کرنا جو اب تک نافذ نہیں کئے گئے۔

۳۔ ایسی قانون سازی کرنا جو قرآن و سنت سے متصادم نہ ہو۔

اقبال اجتہاد کا اختیار علماء سے لے کر قانون ساز اسمبلی کو دینا چاہتے ہیں وہ قانون شریعت کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کا نظریہ یوں پیش کرتے ہیں کہ:

"In view of the instance conservation of the Mulism of India, Judges cannot but stick to what are called standard works. The result is that which the peoples are moving, the Law reaming stationary."(29)

اقبال اجتہاد کو اسلام کے تمدن، ثقافت اور مذہبی نظام میں اصول حرکت سمجھتے ہیں جن پر پوری زندگی کا دارومدار ہے ان کے نزدیک اسلامی ثقافت کی ترقی میں بنیادی طور پر کردار اصول اجتہاد یا حرکت ہی کو قرار دیا گیا ہے۔ اقبال کے ہاں حرکت اور اجتہاد مترادف اصول یا اصطلاحیں ہیں۔ اجتہاد ہی وہ ذریعہ ہے جس سے فقہی مسائل زمانے کی ضروریات اور تقاضوں کے مطابق حل کیے جاسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں اقبال قانون شریعت کی روح کو زندہ کرنے کیلئے چاروں ماخذ شریعت کا تفصیلی ذکر کرتے ہیں۔ اقبال لکھتے ہیں:

"چونکہ زمانہ بدل چکا ہے اور دنیائے اسلام ان نئی نئی قوتوں سے متاثر اور دوچار ہو رہی ہے جو فکر انسانی کی ہر سمت میں غیر معمولی نشوونما کے باعث پھیل رہی ہے۔ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ مذاہب فقہ کی خاتمیت پر اصرار کرتے رہنا چاہیے کیا ائمہ مذاہب نے کبھی بھی یہ دعویٰ کیا تھا کہ ان کے استدلال اور تعبیرات حرف آخر ہیں؟ ہر گز نہیں تو پھر اگر مسلمانوں کا آزاد خیال طبقہ اس امر کا دعوے دار ہے کہ اسے اپنے تجربات اور زندگی کے بدلتے ہوئے احوال و ظروف کے پیش نظر فقہ و قانون کے بنیادی اصولوں کی از سر نو تعبیر کا حق پہنچتا ہے تو میرے نزدیک اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو غلط ہو۔ قرآن پاک کا یہ ارشاد ہے کہ زندگی ایک مسلسل تخلیقی عمل ہے بجائے خود اس امر کا مقتضی ہے کہ مسلمانوں کی ہر نسل اسلاف کی رہنمائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مسائل آپ حل کرے، نہ یہ کہ اسے اپنے لئے روک تھام تصور کرے۔" (30)

اقبال اجتہاد کی ضرورت پر مزید کہتے ہیں:

"للذا یہ کہنا کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے محض ایک افسانہ ہے جس کا خیال کچھ تو اس لئے پیدا ہوا کہ اسلامی افکار فقہ ایک متعین صورت اختیار کرتے چلے گئے اور کچھ اس ذہنی تساہل کے باعث کہ روحانی زوال کی حالت میں لوگ اپنے اکابر مفکرین کو بتوں کی طرح پوجنا شروع کر دیتے ہیں۔ للذا اگر فقہائے متاخرین میں سے بعض نے اس افسانے کی حمایت کی ہے تب بھی عہد حاضر کے مسلمان کبھی یہ گوارہ نہیں کریں گے کہ اپنی آزادی ذہن کو خود اپنے ہاتھوں قربان کر دیں۔

دسویں صدی ہجری میں زرکشی نے اس موضوع پر قلم اٹھاتے ہوئے نہایت ٹھیک لکھا ہے کہ اس افسانے کے حامی اگر یہ سمجھتے ہیں کہ متقدمین کو اس امر میں زیادہ آسانیاں حاصل تھیں، برعکس اس کے متاخرین کا راستہ مشکلات سے پر ہے تو یہ بڑی غیر معقول بات ہوگی یہ اس لئے کہ فقہائے متاخرین کو اجتہاد کیلئے زیادہ آسانیاں حاصل ہیں۔ قرآن مجید اور سنت رسول میں تفاسیر و شروح کا ذخیرہ اس حد تک وسیع ہو چکا ہے کہ آج کل کے مجتہدین کے پاس بہ نسبت سابق تعبیر و ترجمانی کا کہیں زیادہ سامان موجود ہے۔" (31)

علامہ اقبال کا کہنا یہ ہے کہ اسلامی قوانین خواہ کتنے ہی ہمہ گیر ہوں، ضرورت کے مطابق اجتہاد کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ اپنے خطبہ "الاجتہاد فی الاسلام" میں لکھتے ہیں:

''اس ساری جامعیت اور ہمہ گیری کے باوجود ہمارے نظامات فقہ بالآخر افراد ہی کی ذاتی تعبیرات کا نتیجہ ہے۔ اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان پر قانون نشوونما کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علمائے اسلام نے مذاہب فقہ کے بارے میں کچھ ایسے رائے قائم کر رکھی ہے جس کے باوجود انہوں نے اجتہاد کی ضرورت سے بھی اصولاً کبھی انکار نہیں کیا ہے۔'' (32)

علامہ اقبال سمجھتے ہیں کہ مختلف علوم کے ارتقاء، معاشروں کی وسعت مسالک اور فرقوں کی بہتات کے باعث اجتہادی کام کسی ایک یا دو افراد کی دسترس میں نہیں رہا چنانچہ عصر حاضر میں اجتماعی اجتہاد کے ذریعے سے اطمینان کی تمام ترکیفیت کو حاصل کیا جاسکتا جس کی ممکنہ صورت پارلیمانی اجتہاد ہے مگر پارلیمان سے مراد صالح، متقی، صاحب علم و بصیرت، قابل اعتماد و ثقہ اور ہر طرح کے علوم کے ماہرین پر مشتمل معاشرہ کے صلاحیت اور صالحیت کے چیدہ چیدہ لوگوں کو نمائندگی حاصل ہو نہ کہ غیر معتبر غیر صالح، مادر پدر آزاد سیکولر سوچ و فکر کے تحت منتخب ہوئی ہو۔ علامہ اقبال کا اجتہادِ نو کی ضرورت پر زور دینا جس پر فقہاء امت کا اجماع کہ تغیر زمان سے تغیر احکام لازم آتے ہیں۔

علامہ کی اس اجتہادی فکر پر ناقدین نے یہاں تک کہا کہ مسلمات فقہ اسلامی سے انحراف اور فقہاء امت کے نقطہ نظر کے خلاف ایک انوکھی اور نئی فکر قرار دی گئی۔ علامہ اس کا جواب سید سلیمان ندوی کے نام پر ایک خط میں دیتے ہیں:

''زمانہ حال کے جورسپروڈنس Jurisprodence کی روشنی میں اسلامی معاملات (مسائل متعلقہ) کو مطالعہ کیا جائے۔ مگر غلامانہ انداز میں نہیں بلکہ ناقدانہ انداز میں یونان کا فلسفہ ایک زمانے میں انسانی علوم کی انتہاء تصور کیا گیا مگر جب مسلمانوں میں تنقید کا مادہ پیدا ہوا تو انہوں اسی فلسفے کے ہتھیاروں سے اس کا مقابلہ کیا اس عمر میں ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے۔'' (33)

افکار اقبال امت مسلمہ کے بحیثیت مجموعی صدیوں کی غلامی، محکومی اور علمی و عملی جمود و انحطاط کا تریاق اجتہاد میں سمجھتے ہیں وہ تقلید کو غلامی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اقبال سمجھتے ہیں کہ قرآن پاک کی موجودگی، رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات ہی دراصل دین و شریعت کی روح ہے اس لئے فکری و عملی جمود کے خاتمہ کی صورت تعلیمات نبوی ﷺ کی طرف پلٹنا مذہبی قیادت کی اصلاح جب تک مربوط ہو کر امت کی رہنمائی کیلئے ایک فلسفہ حیات جس میں ترقی پسند اور تغیر پذیر فطری کردار کی طرف نہیں پلٹیں گے اُمت مسلمہ ذہنی و فکری، علمی و عملی جمود و انحطاط سے تعمیر و ترقی اور عروج کی جانب گامزن نہیں ہو سکتی۔

*****

# حوالہ جات


1۔ سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیہ، باب اجتہاد الرائی فی القضاء، مکتبہ رحمانیہ، سن ۲۰۰۵، لاہور

2۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، ۱۹۹۵، ص ۲۰، دار الفتح الشارقۃ، الامارات العربیۃ المتحدۃ،

3۔ امین احسن اصلاحی، جدید ریاست میں قانون سازی اور مسائل دار التذکیر، ص: ۵۵، ۲۰۰۵، لاہور

4۔ امین احسن اصلاحی، جدید ریاست میں قانون سازی اور مسائل دار التذکیر، ص: ۵۸، ۲۰۰۵، لاہور

5۔ امین احسن اصلاحی، جدید ریاست میں قانون سازی اور مسائل دار التذکیر، ص: ۶۹، ۲۰۰۵، لاہور

6۔ پروفیسر محمد عثمان، مقالہ: ''سرمایہ اجتہاد میں اقبال کا حصہ'' مشمولہ اقبال فکر اسلامی کی تشکیل جدید''، پاکستان اسٹڈی سینٹر، ۲۰۰۸ء، ص ۲۸۵، جامعہ کراچی

7۔ پروفیسر محمد عثمان، مقالہ: ''سرمایہ اجتہاد میں اقبال کا حصہ'' مشمولہ اقبال فکر اسلامی کی تشکیل جدید''، پاکستان اسٹڈی سینٹر، ۲۰۰۸ء، ص ۲۶۸، جامعہ کراچی

8۔ عبدلواحد معینی، مقالاتِ اقبال، القمر پبلشر، ۲۰۰۱ء، ص: ۹۱، لاہور

9۔ عبدالمجید سالک، فکر اقبال، بزم اقبال، ۱۹۵۵، ص ۲۱۱۔ ۲۱۲، لاہور

10۔ عبدالمجید سالک، فکر اقبال، بزم اقبال، ۱۹۵۵، ص ۱۰، لاہور

11۔ شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ، شیخ محمد اشرف، ۱۹۵۱، ج اوّل، ص ۵۰۔۵۱، لاہور

12۔ شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ، شیخ محمد اشرف، ۱۹۵۱، ج اوّل، ص ۵۰۔۵۱، لاہور

13۔ عبدالمجید سالک، فکر اقبال، بزم اقبال، ۱۹۵۵، ص ۲۱۱۔ ۲۱۲، لاہور

14۔ شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ، شیخ محمد اشرف، ۱۹۵۱، ج اول، ص ۶۷، لاہور

15۔ شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ، شیخ محمد اشرف، ۱۹۵۱، ج اول، ص ۲۴۹-۲۵۰، لاہور

16۔ ہفتہ روز چٹان، شمارہ ۲۵ اپریل ۱۹۵۴ء، لاہور

17۔ ہفتہ روز ایشیاء، ۱۷ اپریل ۱۹۶۹ء، ص ۱۶، لاہور

18۔ سالنامہ، چراغ راہ، ۱۹۶۰، ص ۳۷، کراچی

19۔ پروفیسر کرار حسین، مقالہ: ''عصری تقاضے اور خطبات اقبال'' مشمولہ اقبال فکر اسلامی کی تشکیل جدید''، پاکستان اسٹڈی سینٹر، ۲۰۰۸ء، ص ۳۱۴۔۳۱۵، جامعہ کراچی

20۔ایضاً

21۔ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، مقالہ: ''اسلامی قانون کے ارتقاء میں اجتہاد کا کردار''، مشمولہ اقبال فکر اسلامی کی تشکیل جدید، پاکستان اسٹڈی سینٹر،۲۰۰۸،
ص: ۱۳، جامعہ کراچی

22۔ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، مقالہ: ''اسلامی قانون کے ارتقاء میں اجتہاد کا کردار''، مشمولہ اقبال فکر اسلامی کی تشکیل جدید، پاکستان اسٹڈی سینٹر،۲۰۰۸،
ص: ۱۳، جامعہ کراچی

23۔پروفیسر وارث میر، مقالہ: ''عصر حاضر کے تقاضے اقبال اور اجتہاد''، مشمولہ اقبال فکر اسلامی کی تشکیل جدید، پاکستان اسٹڈی سینٹر،،۲۰۰۸، ص: ۱۳۳، جامعہ کراچی

24۔پروفیسر وارث میر، مقالہ: ''عصر حاضر کے تقاضے اقبال اور اجتہاد''، مشمولہ اقبال فکر اسلامی کی تشکیل جدید، پاکستان اسٹڈی سینٹر،،۲۰۰۸، ص: ۱۳۴، جامعہ کراچی

25۔پروفیسر وارث میر، مقالہ: ''عصر حاضر کے تقاضے اقبال اور اجتہاد''، مشمولہ اقبال فکر اسلامی کی تشکیل جدید، پاکستان اسٹڈی سینٹر،،۲۰۰۸، ص: ۱۴۳، جامعہ کراچی

26۔نذیر نیازی، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، بزم اقبال، ۲۰۱۰ء، ص: ۲۲۶-۲۲۵، لاہور

27۔نذیر نیازی، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، بزم اقبال، ۲۰۱۰ء، ص: ۲۵۳، لاہور

28۔Iqbal, The Reconstrucitons of the Religious Thought in Islam, 1999, page 214، Lahore

29۔محولہ بالا، ص: ۱۰۶

30۔محولہ بالا، ص: ۱۰۸

31۔نذیر نیازی، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، بزم اقبال ۲۰۱۰ء، ص: ۲۵۲، لاہور

32۔نذیر نیازی، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، بزم اقبال ۲۰۱۰ء، ص: ۲۵۹، لاہور

33۔شیخ عطاء اللہ، اقبال نامہ، شیخ محمد اشرف، ۱۹۵۱، ج اول، ص ۱۴۷، لاہور